بحث و نظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی*

قسط (۱)

# عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جس طرح عبادات بدنیہ کی صورت میں چند فرائض و احکام عائد کئے ہیں تو اسی طرح عبادات مالیہ کی صورت میں بھی چند فرائض لاگو کئے ہیں ان مالی عبادات میں اہم ترین عبادت زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلامی احکامات کا ایک بنیادی حکم ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً ۸۲ مقامات پر بڑے اہتمام کے ساتھ اور تقریباً ۲۷ مقامات پر اس کو نماز کے ساتھ پیوست ذکر کرکے انسانوں پر یہ واضح کیا ہے کہ یہ کوئی تبرع یا احسان نہیں کہ صاحب ثروت آدمی کسی غریب مسلمان بھائی پر کرے بلکہ یہ اس کے ذمے ایک اہم فریضہ ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت پر تمام امت کا اجماع ہے، حتی کہ جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا وہ فاسق ہے اور اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہو تو اس سے بقدر زکوٰۃ جبراً وصول کرکے مناسب سزا دی جائے۔

بلکہ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کیا جائے۔ الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک ملکاً تاماً و حال علیه الحول اما الوجوب فلقوله تعالیٰ و اتوا الزکوة ولقوله ﷺ ادوا زکوة اموالکم و علیه اجماع الامة (الهداية)

زکوٰۃ ہر عاقل و بالغ اور آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مال نصاب کا پورے طور پر مالک ہو اور یہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو زکوٰۃ کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ زکوٰۃ ادا کرو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور امت کا اجماع دال ہے۔

## اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت:

اسلام میں زکوٰۃ کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء الزکوۃ کو اہل ایمان کی مخصوص علامت قرار دیا ہے اور یہ اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی ایک بے مثال نمونہ ہے۔ زکاۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں نماز کا ذکر ہے وہاں متصل زکوٰۃ کا ذکر بھی موجود ہے، مثلاً سورۃ (البقرۃ) میں جہاں متقین کی صفات میں یقیمون الصلاۃ کا ذکر ہے تو وہاں و مما رزقنهم ینفقون بھی

* مفتی و مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ان صفات کی فہرست میں مذکور ہے اور انفاق سے یہاں مراد باتفاق مفسرین زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

سورۃ مائدہ میں ان مومنین کی صفات کے بیان میں ہے:

یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ، کہ وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین کی نجات اور اخوت اسلامی میں داخل ہونے کے لئے دیگر امور کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلهم ان اللہ غفور رحیم (توبۃ)

اگر وہ مشرکین توبہ کریں، نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور چند آیات کے بعد ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبۃ)

اگر یہ لوگ توبہ کریں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ لوگ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ جب آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھو۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں۔

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۲۔نماز قائم کرنا ۳۔زکوۃ دینا ۴۔حج کرنا ۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت ضمام بن ثعلبہؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں آپکو قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے اغنیاء سے زکوۃ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بالکل۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

عن عبداللہ بن عمر قال قال: رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا عصموا منی دمائهم واموالهم وحسابهم علی اللہ (مسلم ۳۷/۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کریں، اور زکوۃ دیں، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے

اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من صاحب ذھب و لا فضۃ لا یئودی منھا حقھا اذا کان یوم القیامۃ صفحت لہ الصفائح من نار فاحمی علیھا نار جھنم فیکوی بھا جنبہ و جبینہ و ظھرہ کلما روت اعیدت لہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ (بخاری)

سونے چاندی کے مالکان جو زکوٰۃ نہیں دیتے تو قیامت کے دن ان کو جب سزا ملے گی کہ وہ مال لمبے اور چوڑے تختے بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کر دیئے جائیں گے پھر ان سے انکے پہلو پیشانی، پیٹ داغ دیئے جاتے رہیں گے یہ معاملہ ان کے ساتھ اس دن ہوتا رہے گا جن کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے۔

اسلام میں زکوۃ کی اہمیت پر کافی تعداد میں احادیث موجود ہیں جو حد تواتر کو پہنچ چکی ہے اور ساتھ امت کا اجماع بھی ہے اور زکوۃ کی فرضیت سے منکرین ادا نہ کرنے والوں کے لئے وعیدات کتب احادیث میں مذکور ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے انکے خلاف جہاد کا علم بلند کیا، سنن کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے

لما توفی رسول اللہ ﷺ و استخلف ابو بکر بعدہ و کفر من کفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابی بکر: کیف تقاتل الناس؟ و قد قال رسول اللہ ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ لا اللہ عصم منی مالہ و نفسہ الابحقہ و حسابہ علی اللہ فقال ابو بکر: و اللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ و الزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال و اللہ لو معنعونی عناقا کانوا یودونھا لرسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعھا

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ان کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنے تو قبائل عرب میں جن کو کافر ہونا تھا کافر (مرتد) ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے قتال کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہوا ہے۔ یہاں تک لا الہ الا اللہ کہیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو بچالیا مگر حق اسلام سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا بخدا

میں لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے وہ لوگ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے اگر ان میں سے کوئی بکری کا ایک بچہ روک لیں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

## قدیم مذاہب میں زکوٰۃ کا تصور:

اسلام ایک دین فطرت ہے اس کا ہر حکم فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، ہر دور کے اندر جتنے مذاہب رہے ہیں ان سب میں کچھ کمی وبیشی کے ساتھ ایک گونا تعلیمات اسلامی کا وجود پایا جاتا ہے۔ اسلام کا نظام زکوٰۃ بھی ایک ایسا نظام ہے جس کا وجود قدیم مذاہب میں بھی چلا آرہا ہے دنیا بھر کے ہر مذہب میں کسی نہ کسی طور پر زکوٰۃ کا وجود ضرور موجود ہے۔

## ہندو مذہب میں صدقہ وخیرات:

ہندو مذہب دنیا کے تین بڑے مذاہب میں سے ایک قدیم مذہب ہے اس مذھب میں بھی زکوٰۃ وخیرات کو ایک مذہبی رکن کی حیثیت حاصل ہے۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے ہندو و مذہب نقل کرتے ہیں کہ: خیرات (دان) ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی فرض ہے اور کئی اہم اعتبارات سے اصول وعمل دونوں ہی میں مغرب کے تصور خیرات سے مختلف ہے...... ویدوں کی مقدس دعاؤں کے زمانہ میں بھی دان اور دکشنا خیرات کا تصور شعراء کے ذہن میں ایک مقام رکھتا تھا خیرات کرنے والے کا ثواب اور اس کے علوشان کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ویدک لٹریچر میں بالعموم اور ازمنہ اخری کی سمرتیوں خصوصاً دھرم شاستروں اور پہاڑوں میں گھر بار والوں پر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں ان میں خیرات کا مقام بلند رکھا گیا ہے...... اسطرح تمام ہندوؤں درویش خیرات ہی سے گزر کرتے ہیں...... برہمن دھرم سے بدھ مذہب نے بھی فریضہ خیرات کا تصور ورثہ میں پایا انہوں نے مذہب کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کردینے والوں درویش کے فریضہ کے قدیم اصول کو ترقی دے کر زیادہ منظم بنایا اور اس کی بنیادوں کو وسیع کیا (ارکان اربعہ ۱۷۷تا۱۸۰) اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے ہاں بھی صدقہ وخیرات کا تصور صرف موجود ہی نہیں بلکہ ایک اہم فریضہ کی شکل کی حیثیت رکھتا ہے۔

## گزشتہ آسمانی مذاہب میں زکوٰۃ کا تصور:

گزشتہ آسمانی مذاہب میں بھی زکوٰۃ کا تصور موجود تھا اور اب بھی ہے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ بھی ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی مذاہب کے صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیرووں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام بھی نظر نہیں آتا ہے حالانکہ قرآن پاک کا دعوی ہے اور اس کی تائید مختلف آسمانی صحیفوں سے ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ہر مذہب کا

جزولاینفک تھی اسی طرح زکوٰۃ بھی تمام مذاہب کا ہمیشہ ضروری جزء رہا ہے۔ بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوۃ دونوں تھے۔

اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکاۃ (البقرۃ)

ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ۔

لئن اقمتم الصلوۃ و اتیتم الزکوٰۃ (المائدۃ)

(اے بنی اسرائیل) اگر تم کھڑی رکھتے نماز اور دیتے رہتے زکوٰۃ۔

حضرت اسماعیلؑ کے ذکر میں ہے:

و اذکر فی الکتب اسماعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولا نبیاً و کان یامر اهله بالصلوۃ و الزکوٰۃ و کان عند ربه مرضیا (المریم)

اور قرآن میں اسماعیل کا ذکر کر، بیشک وہ وعدہ کا سچا تھا اور وہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر تھا اور وہ اپنے لوگوں کو نماز، زکوۃ کی تاکید کرتا تھا اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔

اور حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں:

و اوصانی بالصلوۃ و الزکوٰۃ مادمت حیا (المریم)

اور خدا نے مجھ کو زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی تاکید کی ہے۔ (سیرۃ النبی ۵/۱۱۰)

قرآن کریم کی ان تصریحات کی تائید کے لئے علامہ ندویؒ آگے لکھتے ہیں: تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ (اخبار ۲۷، ۳۰، ۳۲ ب اخری) نیر ہر بیس برس یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب تھا (خروج ۳۰، ۱۳، ۱۵) ساتھ ہی غلہ کاٹتے وقت گرا پڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے جو مال زکوٰۃ تھی الخ

علامہ صاحبؒ عیسائیت کے معتبر کتب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انجیل، لوقا (۱۸۔۱۰) میں ہے کہ جو اپنا عشر (زکوۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لئے دیتا ہے اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے، اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے:

اگر کوئی دولت مند ھیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوص دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوۃ کا رتبہ اس دولتمند کی زکوۃ سے کہیں بڑھ کر ہے..........

(متی ۲۴/۷ امیں ہے) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی ہے۔ (سیرت النبی ۵/۱۱۱)

اسی طرح مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پہاڑی وعظ میں اور دوسرے موقعوں پر خیرات ہی کے فریضہ کو اتنے ہی عزم وخلوص سے بیان کیا ہے جیسا کہ علماء یہود کیا کرتے تھے ان کے پیروؤں کے لئے بھی خیرات دینا ضروری ہے۔ (ارکان اربعہ ۱۹۴، ۱۹۵)

آگے لکھتے ہیں:

سینٹ جان نے اس فرض (خیرات ہی) کو انتہائی روشن اور نمایاں طریقہ پر پیش کیا ہے انہوں نے انسانی خدمت کو جذبہ حب اللہ سے پیدا ہونا بتلایا ہے وہ فرماتے ہیں جس کے پاس دنیا بھر کا سامان موجود ہے لیکن وہ اپنے بھائی کو ضرورت مند دیکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ رحم کرنے سے گریز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ اس طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت عیسیٰ اور ان کے اولین پیروؤں کی تعلیم میں خیرات اور غرباً کی امداد کو عیسائی زندگی کا بنیادی فرض سمجھا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۹۸)

مگر ان ظالموں نے اس اہم اور بنیادی فریضہ کو ترک کیا اور ایسا ترک کیا کہ ان میں سے کوئی بھی کرنے والا نہیں بچا اس لئے قرآن کریم نے ان کی اس قباحت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

و اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم و انتم معرضون۔ (الآیۃ)

(اور تمہارا بنی اسرائیل سے معاہدہ تھا کہ نماز کھڑی رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم دھیان نہیں دیتے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل تمام آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں بھی زکوٰۃ کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا اور ہے۔

اسرار زکوٰۃ:-

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس کا کوئی بھی حکم ظاہری اور باطنی اسرار سے خالی نہیں ہر ایک میں کوئی نہ کوئی حکمت الہیٰ ضرور ودیعت ہے۔ چونکہ اس مضمون کا تعلق زکوٰۃ اور نصاب زکوۃ سے ہے اس لئے یہاں صرف زکوٰۃ کے بعض اسرار اور رموز ذکر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی التھانوی زکوٰۃ کے اسرار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱) زکوۃ وصدقات گناہوں کو دور کرنے اور برکات کو زیادہ کرنے کے لئے بہترین ذرائع واسباب ہیں۔

۲) شہر کے اندر بالضرور ہر قسم کے لوگ ناتواں اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر رفع فقر اور حاجت کا طریقہ ان میں نہ پایا جائے تو ضرور وہ ہلاک ہو جاویں اور بھوکے مر جاویں۔

۳) اسمیں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے اسطرح سے ہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر

یہ فرض ہے کہ وہ زکوۃ ادا کریں اگر نہ بھی فرض ہوتی تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی امداد کی جائے انسان میں ہمدردی کے اعلی درجہ کا جوہر ہے پس زکوۃ دینے کا فعل اوراس کے آثار موثر ظاہر کررہے ہیں۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں)

اسی طرح علامہ امام شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی زکوۃ کے رموز کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

اعلم ان عمدة ما روعی فی الزکاة مصلحة : مصلحة ترجع الی تهذیب النفس وهی انها احضرت الشح و الشح اقبح الاخلاق ضار بها فی المعاد و من کان شحیحا فانه اذا مات بقی قلبه متعلقا بالمال و عذب بذلک و من تمرن بالزکاة و ازال الشح من نفسه کان ذلک نافعا له (حجة الله البالغة ج ۲ ص ۱۰۰ من ابواب الزکاة)

ترجمہ: جان لو زکوۃ کے مختلف مصلحتوں میں سے زیادہ دو اہم مصلحتیں ہیں ایک مصلحت کا تعلق تہذیب النفس کے ساتھ ہے وہ یہ کہ انسانی نفس کے اندر عموماً بخل کی خصلت ہوتی ہے اور بخل ایک بدترین صفت ہے جو انسان کی آخرت میں سخت ضرر کا باعث ہے جو بخیل ہوگا تو موت کے وقت بھی اسکا دل مال ہی کے ساتھ لگا رہے گا جسکی وجہ سے اسکو عذاب ملے گا اور جو شخص زکوۃ دینے کا عادی بن جائے گا اور اپنے نفس سے بخل کو دور کرے تو یہ اسکے لئے نافع ہے۔

مگر ان مصالح کے ساتھ ساتھ اہم ترین مصلحت اور زکوۃ کی روح عبادت ہے اگر چہ بعض حضرات جو جدید نظام معیشت اور ان کے فلسفوں، اور نظام اقتصاد سے متاثر ہو کر اس روح کو نظر انداز کر کے اس کو ایک عادلانہ ٹیکس قرار دیتے ہیں جو دوسرے رائج شدہ ٹیکسوں کے مقابلے میں زیادہ مفید اور موزوں ہے لیکن یہ جان لینا انتہائی ضروری ہے کہ زکوۃ کی اصل روح اور مصلحت عبادت الٰہی اور تقرب الی اللہ ہی ہے۔

علامہ عبدالعلی بحر العلوم فرماتے ہیں:

ثم لابد فی اداء الزکاة من النیة لان الزکاة عبادة عظمیٰ احد ارکان الاسلام کالصلوة لا یقصد منها الاالثواب فلا بد من النیة (رسائل الارکان ص ۱۶۶)

ترجمہ: زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نیت بہت ضروری ہے اس لئے کہ زکوۃ ایک عظیم عبادت ہے اور نماز کی طرح ارکان اسلام میں داخل ہے جس سے صرف ثواب کا قصد کیا جاتا ہے اور اس کے لئے نیت ضروری ہے۔

مفکر اسلام علامہ ابوالحسن علی الندویؒ بھی زکوۃ کے بنیادی مصالح پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''یہ روح ہے عبادت اور تقرب الی اللہ کی اس طرح وہ اس کا بنیادی مقصد اور اصل مصلحت وحکمت کو نظر انداز کردیتے ہیں یعنی نفس کو بخل، خودغرضی انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساوت سے پاک صاف کرنا اللہ تعالیٰ کی مقبولیت و رضا حاصل کرنا اور فقراء وضعفاء کی دلداری اور ہمدردی کے نتیجہ میں مال میں پاکی اور نورانیت اور خیر و برکت

۵۷ پر

کا ظہور"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہتمام وتاکید کے ساتھ اس بنیادی مصلحت اور حقیقی فائدہ کا ذکر فرمایا ہے اور سب سے زیادہ زور اسی مرکزی نقطہ پر دیا ہے۔

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم بھا (سورۃ التوبہ ۱۰۳)

آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اسکے ذریعہ سے آپ انہیں پاک وصاف کر دینگے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

## زکوۃ اور دیگر ٹیکسوں میں فرق:

دنیا بھر میں جتنی حکومتیں قائم ہیں ماہرین اقتصادیات نظام مملکت کو چلانے کے لئے مختلف اقسام کے ٹیکس کے نفاذ کو اہم اور بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں اگر چہ ظاہراً ان کا نفاذ سبز باغ کی طرح حسین وجمیل ہوتا ہے مگر ان ٹیکسوں کے غیر متوازن ہونے کی وجہ سے عوام الناس کو روز بروز نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر دن ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں ۔

اسلام نے نظام حکومت کو چلانے کے لئے جو نظام زکوۃ حکومتی ٹیکس کی شکل میں مقرر کیا ہے ان کا اور دیگر ٹیکسوں کے مابین ایک نمایاں فرق ہے۔

علامہ ابوالحسن علی ندویؒ اس بنیادی فرق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

زکوۃ اور ان ٹیکسوں کے درمیان جو شخصی سلطنتوں میں یا نئے زمانہ کے جمہوری اور عوامی حکومتوں میں نظر آتے ہیں ایک نمایاں اور بنیادی فرق جو اس کے اثرات ونتائج پر پورے طور پر اثر انداز ہے وہ اس کی شرعی ساخت اور حیثیت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بلیغ و معجزانہ الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا:

توخذ من اغنیائھم و ترد علی فقرائھم ان کے دولت مندوں سے لیا جائے اور ان کے غرباً میں تقسیم کیا جائے یہ زکوۃ کی وہ شرعی حیثیت ہے جو عہد اول میں نظر آتی ہے اور جو قیامت تک برقرار رہنی چاہیے اور ان اغنیاء سے لے کر ان مصارف میں صرف کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں.........

اس کے برعکس جو ٹیکس موجودہ حکومتوں میں لگائے جاتے ہیں وہ زکوۃ کی عین ضد ہیں یہ ٹیکس (خواہ ظالمانہ ہوں یا عادلانہ کم ہوں یا زیادہ) زیادہ تر متوسط طبقہ اور غرباء سے وصول کئے جاتے ہیں اور اغنیاء وامراء کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ (ارکان اربعہ ص ۱۶۶، ص ۱۶۷)

اسلامی نظام ٹیکس بصورت زکوٰۃ سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے فقیر، بے بس اور بھوکے شخص کا پیٹ بھر جاتا ہے اس کو کپڑے مہیا ہو جاتے ہیں اس کے بیمار بچے، بیوی اور والدین کو دوائی مل جاتی ہے ان بے سہارا اور غرباء لوگوں کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کیلئے کچھ مہلت مل جاتی ہے، بخلاف مروجہ ٹیکسوں کے کہ انکا مصرف زکوۃ کے مصرف کی

بالکل ضد ہی ہے۔

اور حضرت مولاناؒ آگے لکھتے ہیں: یہ دولت جو کسانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی اور مزدوروں، کاریگروں اور تاجروں پر لگائے ہوئے ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے بڑی سخاوت، بلکہ بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ صدور مملکت اور بیرونی مہمانوں کے استقبال اور انکے شاہانہ اور پر تکلف ضیافتوں پر (جن کو دیکھ کر الف لیلہ کے خیالی قصے یاد آجاتے ہیں) بیرونی ملکوں کے سفارت خانوں کی شاندار کاکٹیل پارٹیوں پر جن میں شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے، حکومتوں کی پروپیگنڈہ مشنری پر جس کا کام عوام کی دولت کو لوٹنا اور انکا خون چوسنا ہے، غیر ملکی صحافیوں، نیوز ایجنسیوں اور ریڈیو، ٹی وی کے اناؤنسروں پر جن کا مقصد جھوٹی خبریں گھڑنا، بے گناہوں پر الزام لگانا اور اپنے دشمنوں کو گالی دینا اور ہر وقت برا بھلا کہنا ہے اور انکے اخباروں پر جن کو آج کل فوجوں اور ہتھیاروں سے زیادہ مفید اور کارگر سمجھ لیا گیا ہے خرچ کی جارہی ہے اور اس دولت کا سب سے بڑا مصرف ان ہی چیزوں کو سمجھ لیا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۶۷)

مختصر الفاظ میں اس فرق کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ اللہ تعالیٰ نے مالدار، صاحب ثروت پر فرض کیا ہے تاکہ زکوۃ کے ذریعے حاصل شدہ مال کو غرباً اور فقرأ میں تقسیم کیا جائے جبکہ مروجہ ٹیکس فقرأ اور غربأ سے لے کر امرأ اور مالدار لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

## مالدار کون ہے:

اسلامی فلسفہ زکوۃ کے مطابق زکوۃ مالدار سے وصول کر کے غرباء میں تقسیم کیا جائے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مالدار کون ہے ؟ تو شریعت مقدسہ میں غنی کی تین قسمیں ہیں، محشی ابی داؤد مولانا فخر الحسن گنگوہی نے محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ

الغنی ثلثة انواع غنی یوجب الزکاة و ما هو مالک نصاب حولی نام، وغنی تحرم الصدقة ویوجب صدفة الفطر و الاضحیة وهو ما یبلغ قیمة نصاب من الاموال الفاضلة عن حاجته الاصلیة وغنی، یحرم السوال دون الصدقة وهو ان یکون له قوت یومیة و ما یسترعورته۔ (حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ۔)

ترجمہ: غنی کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ غنی جس پر زکوۃ واجب ہے وہ ہے جو نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔ (۲) دوسرا وہ غنی ہے جسکے لئے صدقہ لینا حرام ہو اور اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو وہ یہ جس کے پاس نصاب کے مطابق حوائج اصلیہ کے علاوہ دیگر اموال ہوں۔ (۳) تیسرا غنی جس کیلئے سوال کرنا حرام ہو وہ ہے جسکے پاس ایک دن کا کھانا اور ستر چھپانے کے لئے کپڑا ہو۔ اسلئے ملا علی قاری فرماتے ہیں من ملک مائتی درهم محرم علیه اخذ الصدقة عند ابی حنیفة (بحوالہ حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز لہ)

نصاب زکوٰۃ:-

انسان درحقیقت اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اور اصولی طور پر غلام کے ہاتھ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ آقا ہی کا ہوتا ہے، آقا اس مال کو خرچ کرنے یا اسے اپنی ملکیت میں رکھنے کا مجاز ہوتا ہے، غلام کو اسمیں چوں و چرا کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا کریم آقا ہے کہ وہ اپنے غلام سے نہ تو سارے مال کا مطالبہ کرتا ہے اور نہ ہی ثلث یا ربع کا اور نہ یہ حکم دیتا ہے کہ آپکے پاس مال کم ہو یا زیادہ مگر تم اس سے اتنی مقدار زکوٰۃ ادا کرو بلکہ اس کیلئے ایک مقدار نصاب مقرر فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس اتنی مقدار تک مال پہنچ جائے تو اسمیں سے اتنی مقدار زکوٰۃ کی نیت سے ادا کرنا، اور وہ بھی بہت کم مقدار فرض کیا ہے مال چونکہ مختلف انواع ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کیلئے مختلف نصاب مقرر کئے ہیں مقدار زکوٰۃ و نصاب ہر دور کے لئے ہے: اور ساتھ ہر نوع کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا ہے جس سے متوسط طبقے کا آدمی پورا سال اپنے اہل خانہ کی کفایت کر سکتا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام نصابات اس لئے مقرر کئے گئے تھے کہ یہ نصابات ایک متوسط درجے کے گھرانے کے لئے سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوتے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ تمام نصابات سونے کے نصاب سے مساوی تھے ان کا مالک اس لئے غنی کہلاتا تھا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ) اس مقدار کے مطابق جملہ اموال میں نصابات کا تقرر اس لئے تھا کہ دنیا میں مختلف قسم کے لوگ بستے ہیں بعض صاحب ثروت اور مالدار ہوتے ہیں ان کے پاس بہت سارا مال و دولت ہوتا ہے جبکہ بعض متوسط الحال ہوتے ہیں ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو طبقہ اولی کے برابر ہو مگر اپنے گزارہ حال سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض بالکل فقیر اور نادار ہوتے ہیں ان کے پاس گزارہ حال کے لئے بھی کچھ نہیں ہوتا وہ اپنے گزارہ حال میں بھی محتاج ہوتے ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کے طبائع بھی مختلف ہوتے ہیں، بعض کی طبیعت از حد سخی اور ایثار و قربانی والی ہوتی ہے جبکہ بعض بالکل بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں ان کے ہاں قاعدہ کلیہ یہ ہوتا ہے کہ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور بعض لوگوں کی طبیعت میں نہ تو اتنی سخاوت ہوتی ہے کہ سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نہ اتنی کنجوسی کہ ایک روپیہ بھی اللہ کی راہ میں نہ خرچ کر سکے۔

ان مختلف الحال طبائع کے لئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا جو ہر طبقہ اور ہر دور کے لئے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت اور مصلحت کے تحت ہر مال میں ایک متعین نصاب مقرر کیا ہے۔

امام شاہ ولی اللہؒ اس مقدار نصاب اور ان میں مقدار زکوۃ کی حکمت بیان کرتے ہیں: ثم مست الحاجة الی تعيين مقادير الزكوٰة اذ لو لا التقدير لفرط المفرط و لاعتدى المعتدى و يجب ان تكون غير يسيرة لا يجدون بها بالاً و لا تنجح من بخلهم و لا ثقيلة يعسر عليهم اداؤها و الى تعيين المدة التي تجبى فيها الزكوات و يجب الاتكون قصيره يسرع

دور انها فتعسر اقامتها فيها و الا تكون طويلة لا تنجح من بخلهم و لا تدر على المحتاجين و الحفظة الابعد انتظار شديد و لا اوفق بالمصلحة من ان يجعل القانون في الجباية ما اعتاده الناس في جباية الملوك العادية من رعاياهم لان التكليف بما اعتاده العرب و العجم و صار كالضروري الذي من لا يجدون في صدورهم حرجاً منه و المسلم الذي اذهبت الالفة عنه الكلفة اقرب من اجابة القوم و اوفق للرحمة بهم. (حجة الله البالغة ۱۰۲/۲)

پھر اس کی ضرورت ہوئی کہ زکوۃ کی مقدار مقرر کردی جائے اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو اس سے بہت افراط و تفریط اور حدود سے تجاوز کا خطرہ تھا کیونکہ یہ مقدار نہ اتنی کم ہونی چاہیے کہ ان کو اس کا کوئی اثر ہی محسوس نہ ہو اور ان کے بخل کا کوئی علاج ہی نہ ہو سکے نہ اتنی زیادہ ہونی چاہیے کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے' اسی طرح زکوۃ کی مدت کا بھی معاملہ ہے نہ یہ مدت اتنی مختصر مناسب تھی کہ بار بار زکوۃ ادا کرنے کی نوبت آتی نہ اتنی طویل کہ بخیلوں کو پوری چھوٹ مل جاتی اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کا کوئی بھلا ہی نہ ہو سکتا مناسب یہی تھا کہ اس کا ایسا قانون بنا دیا جائے تاکہ جس طرح عام طور پر بادشاہ اپنی رعایا کے لئے ٹیکس کی حد مقرر کر دیتے ہیں اس لئے کہ عرب و عجم سب اس کے عادی ہیں اور اسے ایک ناگزیر چیز سمجھتے ہیں اور ان کے احساس کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی خاص طور پر مسلمان جو کلفت کے بجائے الفت کا عادی اور خوگر ہے اس حکم کی تابعداری میں سب سے پیش پیش ہوں گے۔

شاہ صاحب کے بیان سے واضح الفاظ کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ نصاب زکوۃ اور اوقات ادائیگی میں سب کا خیال رکھا گیا ہے کہ نہ امیر کے سر پر بوجھ ہو کہ وہ کہیں ادا کرنے سے قاصر ہو کر اس فریضہ سے روگردانی ہی شروع کردے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو کہ وہ اپنے حوائج کی تکمیل کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے اور اس کی حاجت کی تکمیل نہ ہو سکے بلکہ ایسا راہ اعتدال اختیار کیا گیا کہ نہ امیر پر بوجھ ہو بلکہ وہ اسے خوشی سے ادا کرے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو بلکہ اس کی ضرورت مندی بروقت پوری ہو جائے۔

<u>سونے کا نصاب:-</u> لہذا اموال میں سب سے بنیادی مال سونا ہے۔ اسلئے کہ دور اول سے لے کر آج تک عالمی منڈیوں میں خرید و فروخت کا اساسی عنصر سونا ہی رہا ہے۔ اسکے نصاب کے بارے میں علامۃ جمال الدین الزیلعیؒ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون مائتي درهم شئي و لا فيما دون و في عشرين مثقالاً من الذهب شئي و في المائتين خمسة دراهم عشرين مثقالاً ذهبا نصف مثقال. (نصب الراية ۳۶۹/۲ فصل في الذهب)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاندی کے دوسو درہم اور سونے کے بیس مثقال سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ دوسو میں پانچ درہم اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہے۔

۲۔ عن علی وفی روایة له: ولیس علیک شئی یعنی فی الذهب حتی یکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا و حال علیها الحول ففیها نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک الخ۔ (تلخیص الخبیر ۱۷۳/۲ رقم ۸۵۱۔ باب زکوٰة الذهب و الفضه۔) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ پر سونے میں کوئی شئے واجب نہیں حتیٰ کہ بیس دینار ہو جائے اور اس پر سال گذر جائے اس میں نصف دینار زکوٰۃ دینا لازم ہے اور جتنا زیادہ ہوگا تو اسکے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سونے میں وجوب زکاۃ کے لئے بیس مثقال جو موجودہ دور کے حساب سے ساڑھے سات تولہ (سونا) بنتے ہیں۔ معیار مقرر ہے کہ جب کسی کے پاس اتنا سونا ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر نصف مثقال سونا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔

چاندی کا نصاب:- چاندی کا نصاب بھی خود آنحضرت ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ امام جمال الدین الزیلعیؒ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ عن محمد بن عبدالله بن جحش عن رسول الله ﷺ انه امر معاذ بن جبل رضی الله علیه حین بعثه الی الیمن ان یاخذ من کل اربعین دینارا دینارا و من کل مائتی دراهم خمسة دراهم ولیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ولا فیما دون خمس ذود صدقة ولیس فی الخضروات صدقة۔ (نصب الرایة ۳٦٤/۲ باب زکاة الفضة )

ترجمہ:- محمد بن عبداللہ بن جحشؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اس وقت حکم دیا جب آپ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے کہ چالیس دینار میں ایک دینار اور دوسو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ وصول کریں۔ پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ سبزیوں میں کوئی صدقہ واجب ہے۔

۲۔ عن علی قال: قال رسول الله ﷺ لیس فی مائتی درهم شئی حتی یحول علیها الحول فاذا حال علیها الحوال ففیها خمسة درهم (نصب الرایة ۳٦٥/۲ باب زکوٰة الفضة) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسو درہم پر اس وقت تک کوئی صدقہ لازم نہیں جب تک اس پر سال نہ گذر جائے سال کے بعد اس میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے۔ (......جاری ہے......)